

دہلیز ۸

جو ہم آن دیکھا چھوڑ جاتے ہیں

ایک سوال ہے جو دیر سے آتا ہے۔

ہمارے گمان سے بہت دیر بعد۔

جوانی میں ہم زندگی سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا حاصل کر سکیں گے۔

بڑے ہو کر پوچھتے ہیں کہ ہم کیا سنبھال سکیں گے۔

بہت سے برسوں بعد ہی ہم خود سے کچھ اور پوچھنا شروع کرتے ہیں۔

جب ہم نہیں ہوں گے تو کیا باقی رہے گا؟

یہ ایسا سوال ہے جو کم ہی بلند آواز میں کہا جاتا ہے۔

شاید اس لیے کہ یہ ہمیں بے چین کر دیتا ہے۔

شاید اس لیے کہ یہ ہمیں حال سے آگے دیکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

شاید اس لیے کہ کسی کو اپنی غیرموجودگی کا سامنا اچھا نہیں لگتا۔

اور پھر بھی یہ آتا ہے۔

ہمیشہ۔

دیر یا سویر، یہ آتا ہے۔

ایک عرصے تک میں سمجھتا رہا کہ ورثہ کوئی نظر آنے والی چیز ہے۔

ایک کام۔

ایک کمپنی۔

ایک گھر۔

ایک کتاب۔

ایک نتیجہ۔

کوئی ایسی چیز جس کی طرف اشارہ کیا جا سکے اور جسے پہچانا جا سکے۔

پھر وقت نے مجھے ایک گہرا سچ دکھایا۔

جو سب سے اہم چیزیں ہم چھوڑ جاتے ہیں، وہ دکھائی نہیں دیتیں۔

وہ فہرستوں میں نہیں آتیں۔

وہ حسابوں میں درج نہیں ہوتیں۔

وہ اعداد و شمار میں نہیں پہنچتیں۔

اور پھر بھی وہ جیتی رہتی ہیں۔

میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں لکھی اور جنہوں نے درجنوں لوگوں کی زندگیاں بدل دیں۔

ایسے لوگ جنہوں نے کبھی بڑے ادارے نہیں چلائے اور جو پورے خاندانوں پر اُن مٹ نشان چھوڑ گئے۔

ایسے لوگ جو کسی انسائیکلوپیڈیا میں نہیں آئیں گے اور جو، اس کے باوجود، اپنے کاموں کے نتائج کے ذریعے موجود رہتے ہیں۔

اس دریافت نے کامیابی کو دیکھنے کا میرا انداز بدل دیا۔

کیونکہ کامیابی کو دیکھا جانا پسند ہے۔

اصل ورثہ، اس کے برعکس، اکثر سائے میں کام کرتا ہے۔

اپنے والدین کے بارے میں سوچیے۔

اپنے اساتذہ کے بارے میں۔

اُن لوگوں کے بارے میں جو صرف چند مہینوں کے لیے ملے اور دہائیوں تک ہم پر اثر ڈالتے رہے۔

اُن میں سے بہت سے اِس اثر سے بالکل بے خبر ہیں جو اُنہوں نے ہم پر ڈالا۔

وہ بولے۔

وہ کچھ کر گزرے۔

وہ جیے۔

اور کچھ باقی رہ گیا۔

کچھ جو آج بھی چل رہا ہے۔

یہ انسانی تاریخ کا اُن دیکھا حصہ ہے۔

سب سے بڑا۔

سب سے کم سنایا گیا۔

سب سے طاقتور۔

سال گزرے تو میں اپنے انتخابوں کو مختلف نظر سے دیکھنے لگا۔

:میں خود سے صرف یہ نہیں پوچھتا تھا

"میں کیا بنا رہا ہوں؟"

:میں خود سے پوچھتا تھا

"میں کیا منتقل کر رہا ہوں؟"

فرق باریک ہے۔

مگر یہ سب کچھ بدل دیتا ہے۔

بنانے کا تعلق حال سے ہے۔

منتقل کرنے کا تعلق مستقبل سے۔

اور مستقبل میں ہمیشہ ایسے لوگ آباد ہوتے ہیں جنہیں ہم جان نہیں سکتے۔

بچے۔

پوتے پوتیاں۔

قاری۔

دوست۔

اجنبی۔

وہ لوگ جو ایک دن اُس چیز سے ٹکرائیں گے جو ہم اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔

وہ نہیں جانیں گے کہ ہم کون تھے۔

وہ ساری تفصیلیں نہیں جانیں گے۔

مگر انہیں ایک نتیجہ ملے گا۔

اور وہ نتیجہ ہماری جگہ بولے گا۔

اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں میں نے منصوبے جنم لیتے اور غائب ہوتے دیکھے۔

کمپنیاں بڑھتی اور بدلتی دیکھیں۔

منڈیاں بدلتی دیکھیں۔

ٹیکنالوجیاں متروک ہوتی دیکھیں۔

جو کچھ مستقل لگتا تھا، وہ عارضی نکلا۔

پہلے اس حقیقت نے مجھے بے چین کیا۔

پھر وہ مجھے آزاد کرنے والی لگنے لگی۔

کیونکہ اس نے مجھے مجبور کیا کہ جو واقعی ٹکتا ہے، اُسے کہیں اور تلاش کروں۔

اور جو ٹکتا ہے وہ تقریباً کبھی اُس سے نہیں ملتا جو ہمارے پاس ہوتا ہے۔

وہ اُس سے ملتا ہے جو ہم آگے دیتے ہیں۔

ایک جملہ۔

ایک اصول۔

ایک مثال۔

ایک عمل۔

موجودگی کی ایک صورت۔

جو ہم منتقل کرتے ہیں وہ تب بھی سفر کرتا رہتا ہے جب ہم اُس کے ساتھ چلنے کو موجود نہیں ہوتے۔

مجھے اکثر ایسا ہوا کہ دوسروں کے الفاظ یا رویوں میں مجھے اُن لوگوں کے ٹکڑے ملے جو اب نہیں تھے۔

سوچنے کا ایک انداز۔

ایک حساسیت۔

طنز کی ایک صورت۔

ایک سبق۔

اُن لمحوں میں مجھے ایک بات سمجھ آئی۔

لوگ مکمل طور پر غائب نہیں ہوتے۔

اُن کا ایک حصہ دنیا میں چلتا رہتا ہے۔

یاد کے طور پر نہیں۔

اثر کے طور پر۔

اور شاید یہی بقا کی سب سے سچی صورت ہے۔

عمر کے ساتھ ہم آہستہ آہستہ اپنے ورثے کی ظاہری شکل میں دلچسپی کھو دیتے ہیں۔

ہم اُس کے معیار پر زیادہ توجہ دینے لگتے ہیں۔

یہ اہم نہیں کہ وہ کتنا بڑا ہے۔

اہم یہ ہے کہ وہ کتنا سچا ہے۔

خلوص کے ساتھ منتقل کیا گیا ایک چھوٹا سا سچ، غرور سے بنائی گئی بڑی عمارت سے زیادہ عرصہ زندہ رہ سکتا ہے۔

تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے۔
یادگار عمارتیں ڈھے جاتی ہیں۔
اصول سفر کرتے رہتے ہیں۔
ڈھانچے بدل جاتے ہیں۔
اقدار زندہ رہتی ہیں۔
اسی لیے آج میں ہر رشتے کو ایک طرح کی بوائی سمجھتا ہوں۔
ہم کبھی نہیں جانتے کہ اصل میں کیا اُگے گا۔
ہم کبھی نہیں جانتے کہ کون سا لفظ باقی رہے گا۔
کون سا عمل یاد رکھا جائے گا۔
کون سی مثال دہرائی جائے گی۔
ہم صرف سچائی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں۔
اور باقی کام وقت پر چھوڑ سکتے ہیں۔
زندگی کے آخر میں، میرا خیال ہے کہ کم ہی لوگوں کو فتوحات کی گنتی یاد رہتی ہے۔
کم ہی لوگوں کو تفصیلی نتائج یاد رہتے ہیں۔
کم ہی لوگوں کو عہدے یاد رہتے ہیں۔
اکثر لوگوں کو یہ یاد رہتا ہے کہ اُن کے ساتھ کیسا سلوک ہوا۔
اُنہیں کیسے خوش آمدید کہا گیا۔
اُن کا کیسے احترام کیا گیا۔
اُن سے کیسے محبت کی گئی۔
یہی اُن دیکھا ورثہ ہے۔
وہ جو تصویروں میں نہیں آتا۔
وہ جس پر تالیاں نہیں بجتیں۔
وہ جو توجہ نہیں مانگتا۔
اور پھر بھی یہی وہ حصہ ہے جو سب سے زیادہ عرصہ ٹکتا ہے۔
آج پیچھے مڑ کر دیکھوں تو مجھے سمجھ آتی ہے کہ زندگی صرف اس سے نہیں ناپی جاتی کہ
اُس نے کیا کر دکھایا۔
وہ اس سے بھی ناپی جاتی ہے کہ دوسروں میں کیا زندہ رہتا ہے۔

اُن خيالوں میں جو ہم نے منتقل کیے۔
اُن لوگوں میں جن کی ہم نے مدد کی۔
اُس عزت میں جس کا ہم نے دفاع کیا۔
اُس بھروسے میں جو ہم نے پیدا کیا۔
اُس حوصلے میں جو ہم نے جگایا۔
سب آن دیکھی چیزیں۔
سب حقیقی چیزیں۔
شاید سب سے زیادہ حقیقی۔
کیونکہ جب وقت تقریباً سب کچھ بہا لے جائے گا تو وہی باقی رہے گا جو دکھائی نہیں دیتا۔
وہ جو ہم آن دیکھا چھوڑ گئے۔